بنی نوع انسان سے ہمدردی اور حضرت مسیح موعودؑ کا جوش

آپ کی تمنا کہ جماعت روح القدس بن جائے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 18 / مارچ 1994ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیت کریمہ تلاوت کی:۔

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِىْ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّىٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ۙ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِىْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ؕ يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ ۙ﴿۳۶﴾

(النور:۳۶)

پھر فرمایا:۔

اسلام کے جو مقاصد ان آیات میں بیان ہوئے ہیں۔ وہی مقاصد ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی جماعت کے بیان فرمائے اور بالآخر آخری تمنا کا جو اظہار فرمایا ہے وہ یہی ہے کہ یہ جماعت اور اس کے ماننے والے نور ہو جائیں۔ ایسا نور جو بلند جگہوں پر رکھا جائے ایسا نور جو دور دور تک دکھائی دے اور لوگ اس سے روشنی پائیں۔ جن آیات کی میں نے تلاوت کی

ہے۔ان کے متعلق پہلے میں تفصیلی گفتگو کر چکا ہوں لیکن کوئی بھی قرآنِ کریم کی آیت ایسی نہیں جس پر کوئی بات مکمل ہو سکے یا ہو سکتی ہو کیونکہ جب انسان آیاتِ قرآنی پر غور ہوتا ہے کوئی نہ کوئی نیا مضمون اس میں سے ابھر آتا ہے، کوئی ایسا پہلو سامنے آجاتا ہے جو پہلے سامنے نہیں تھا۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے نور بننے کے ساتھ ساتھ یہ ایک حقیقت بیان فرمائی ہے جو بہت ہی اہمیت رکھتی ہے کہ محمدؐ پر آسمان سے نور نازل نہ ہوتا اگر وہ خود نور نہ ہوتے۔ پس وہ جو آسمانی نور کے متلاشی ہیں انہیں لازم ہے کہ اپنے اندر نور پیدا کریں اور یہی وہ مضمون ہے جس کا تعلق اس آیت کریمہ سے ہے۔ وہ متقیوں کے لئے ہدایت ہے هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ۔ جن کا دل پاک اور صاف نہ ہو، جن کا دل خود ضمیر سے روشن نہ ہو ان پر آسمان سے بھی کوئی نور نہیں اترا کرتا اور آنحضرت ﷺ سے متعلق یہ بات بیان فرما کر در حقیقت آپؐ کی فضیلت کی ایک اور وجہ ہمارے سامنے پیش فرما دی کہ تمام انبیاء پر آپؐ کو کیوں فضیلت ہوئی؟ ہر نبی پر نور ویسا ہی اترتا ہے جیسا اس کے دل میں ہو اور جتنا بڑا نور انسان کے ضمیر سے اٹھتا ہے اتنا ہی عظیم الشان شعلہ نور آسمان سے اترتا ہے۔

پس حضرت محمد مصطفی ﷺ کا نور تمام نبیوں سے بڑھ کر تھا تبھی اللہ تعالیٰ نے سب نبیوں سے روشن تر نور آپؐ پر اتارا اور اس سے خدا تعالیٰ کی عطا کے اندر جو اندرونی ایک عدل پایا جاتا ہے اس پر روشنی پڑتی ہے۔ ملتا تو عطا سے ہے مگر عطا بھی عدل کی بنیاد پر قائم ہوتی ہے اور جیسا کسی کا استحقاق ہو ویسا ہی اس کو عطا کیا جاتا ہے۔ پس اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر خالصۃً اللہ کی عطا ہوئی لیکن اللہ تعالیٰ اس عطا کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ وہ خود ایک نور تھا اور اس نور سے ملتا جلتا، اس کے مطابق، اس کی شایانِ شان، اس کے شان بڑھانے والا ایک اور نور آسمان سے اترا تو وہ وجود نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ بن گیا۔

پھر فرماتا ہے جیسے لوگ روشنی کی تلاش میں جن کے ہاں اندھیرا ہو بعض دفعہ دور دور چلے جاتے ہیں ڈھونڈنے کے لئے کہ کہیں کوئی بتی جل رہی ہو تو اس سے اپنا دیا روشن کر لیں۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔ آگ کے بغیر بیٹھے ہوئے تھے پہاڑی پر ایک روشنی دیکھی۔ اپنی زوجہ مبارکہ سے کہا کہ میں چلتا ہوں شاید وہاں سے کوئی آگ کا شعلہ مل جائے تو ہم اپنا

گھر بھی روشن کرلیں چنانچہ اللہ تعالیٰ کا وہ نور آپ کو عطا ہوا جس کے لئے بلایا گیا تھا۔

حضرت محمد مصطفی ﷺ کا دل بھی ایک طور کے طور پر پیش ہو رہا ہے۔ فرماتا ہے وہاں تو ایک موسیٰ نے ہدایت پائی تھی اور پھر آگے جاری کی تھی۔ محمد مصطفی ؐ کا دل ہی وہ طور ہے جس پر روشنی دیکھ کر طورِ نور تلاش کرنے والے اس کی طرف دوڑے چلے آتے ہیں اور ان میں سے پھر اللہ انتخاب فرماتا ہے ہر ایک کو یہ توفیق نہیں دیتا۔ یَھْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ پھر جس کو چاہتا ہے اس کو اس نور تک پہنچنے کی توفیق عطا فرماتا ہے اور اس میں بھی اس کی صلاحیتیں دیکھتا ہے۔ پھر وہی آیت سامنے آجاتی ہے کہ ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ۔ محمد مصطفی ﷺ کی رفعتوں کو پہچاننے کے لئے کچھ اندرونی رفعتیں بھی چاہئیں۔ آپ ؐ کے نور سے نور حاصل کرنے کے لئے کچھ اندرونی صلاحیتیں درکار ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ ہر شخص کو محمد رسول اللہ ﷺ تک راہنمائی نہیں فرماتا بلکہ اس کے دل کا نور ہے جو فیصلہ کن بنتا ہے۔

(ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ ایک تار کی خرابی کی وجہ سے قریباً چار پانچ منٹ پہلے آواز بھی نہیں جاسکی، لیکن پانچ چھ منٹ پہلے بتانا تھا اب اتنی دیر بعد کیوں بتایا اب میں سارا خطبہ وہاں سے دوبارہ دہراؤں یہ اب کوئی مناسب نہیں ہے کافی وقت گزر چکا ہے۔ بہر حال آئندہ اگر آپ کے ہاں کیسٹ بن رہی ہو تو آئندہ اس خطبے کا پہلا حصہ پھر کسی وقت دکھا دینا، اگلے جمعے میں۔

پھر اعلان کے بعد ابھی بھی ایک اور آواز آرہی ہے بیچ میں سے اس کو بند کروائیں جو ترجمہ ہو رہا ہے وہ یہاں بھی سنائی دے رہا ہے۔ ایک تار نہیں دو تاروں کی خرابیاں بہر حال ترجمے کی آواز یہاں تک براہِ راست پہنچ رہی ہے عجیب بات ہے مگر جب یہاں میں بات بیان کر رہا ہوتا ہوں تو اس سے خلل واقع ہو جاتا ہے۔)

حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کا جو نور ہے یہ ایک طور کے نور کی مثال بن گیا اور وہاں سے پھر صحابہ ؓ نے جن کو اللہ نے توفیق عطا فرمائی اس نور سے اپنے دلوں کے نور روشن کئے اور وہ نور جو محمد مصطفی ﷺ کے دل پر اترا تھا اور نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ کا منظر دکھا رہا تھا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے پھر اچانک فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ وَیُذْکَرَ فِیْھَا اسْمُہٗ ۙ یُسَبِّحُ لَہٗ فِیْھَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ﴿۳۷﴾ (النور: 37)

یہ نور ان سب کے گھروں میں چمکنے لگا جن کے متعلق اللہ نے فیصلہ فرما رکھا تھا کہ ان کو بلند کرے گا یا اس کا مطلب یہ بنے گا۔ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ بعضوں نے اس کی ضمیر پچھلی آیات کی طرف پھیری ہے مگر میرے نزدیک یہاں بُيُوْتٍ ہی دراصل ضمیر کا مرجع ہیں۔ مراد یہ ہے ان گھروں کی طرف وہ نور چلا گیا، ان گھروں میں بسنے لگا، ان گھروں کو روشن کر دیا جن کے متعلق اللہ نے فیصلہ فرما لیا تھا، اَنْ تُرْفَعَ کہ ان کے درجات بلند کئے جائیں گے ان گھروں کو بلند کیا جائے گا اور کیسے بلند کیا جائے گا۔ ”وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهٗ“ اس کا نام بلند کر کے۔ تو نور کی حقیقت بھی ہم پر کھول دی، نور کی حقیقت ذکر الٰہی ہی ہے جن گھروں میں ذکر الٰہی کی آوازیں بلند ہوتی ہوں وہاں خدا کا نور اترتا ہے اور ان گھروں کو بلند کر دیتا ہے ان کو رفعتیں عطا کر دیتا ہے۔ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ اس میں وہ اللہ کی تسبیح کرتے ہیں صبحوں کے وقت بھی اور شاموں کے وقت بھی، وہ گھر ذکر الٰہی سے بھرے رہتے ہیں۔“

اس مختصر تشریح کے بعد اب میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقتباس کی طرف آتا ہوں۔ جو آج کے شائع ہونے والے انٹرنیشنل الفضل کے پہلے صفحہ پر طبع ہوئی ہے کیونکہ یہ مشکل عبارت ہے تو پھر ٹھہر ٹھہر کر سمجھانا پڑے گا۔ عام اردو جاننے والے بھی اس عبارت کی گہرائی تک نہیں پہنچ سکتے اور سرسری نظر سے کسی کو کچھ سمجھ نہیں آئے گی کہ یہ کیا باتیں ہو رہی ہیں اس لئے ضروری ہے کہ تفصیل کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کے اس کا مضمون آپ پر واضح کیا جائے آپ فرماتے ہیں:۔

”یہ سلسلہ بیعت محض بمراد فراہمی طائفہ متقین“ اب اس ٹکڑے کی کسی کو سمجھ نہیں آئی، جو یہاں کے بچے ہیں یا امریکہ کا ایک بچہ سامنے آکے بیٹھا ہوا ہے اس کے چہرہ پر فوراً ایک مسکراہٹ آئی کہ ہمیں تو کچھ نہیں پتا چلا کہ کیا کہا۔ بہتوں کو نہیں پتا چلے گا کہ عام زبان کی باتیں ہیں وہ بھی گہرائی میں ہیں اس لئے سطح سے دکھائی نہیں دیں گی۔ فرماتے ہیں:۔

یہ بیعت کا سلسلہ جو ایک ایسی متقیوں کی جماعت اکٹھا کرنے کے لئے جاری فرمایا گیا ہے۔ جو ہمارا اصل مقصد ہے، یہ مراد ہے اس بات سے یعنی تقویٰ شعار لوگوں کی جماعت کو جمع کرنے کے لئے ہے۔ ساتھ ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ کہ جو متقی ہیں ان کو اکٹھا کرنے کے لئے یہ سلسلہ چلایا گیا ہے۔ ”تا ایسے متقیوں کا ایک بھاری گروہ دنیا پر اپنا نیک اثر ڈالے“ تا کہ ایسے متقیوں

کا کوئی بڑا گروہ تمام دنیا پر اپنے نیک اثرات ڈال سکے اور ان کی حالتیں بدلے'' اور ان کا اتفاق اسلام کے لئے برکت اور عظمت اور نتائج خیر کا موجب ہو،'' یہاں اتفاق کا لفظ ایسا ہے جس پر مزید غور کی ضرورت ہے اتفاق تک تو سمجھ آ گئی اور اتفاق لفظ اکثر جگہوں پر سمجھ آ گیا ہوگا۔ مگر اس کی اہمیت کیا ہے؟ واقعہ یہ ہے کہ اگر الٰہی جماعتوں سے اتفاق اٹھ جائے تو ان کی تمام برکتیں جاتی ہیں۔ تو جو ہوا بنی ہوتی ہے وہ جاتی رہتی ہے۔ دشمن پر ان کا رعب باقی نہیں رہتا اور ان کے اندر تاثیر کی طاقتیں باقی نہیں رہتی۔ پس اگر مقصد یہ ہے کہ دنیا پر ان کی نیک صلاحیتیں اثر انداز ہو جائیں تو لازم ہے کہ جماعت ایک ہاتھ پر اکٹھی ہو۔ جہاں جہاں بھی جماعتوں میں اختلاف پیدا ہوتا ہے وہاں سے تمام برکتیں اٹھ جاتی ہیں اور کئی مثالیں میں نے اس سے پہلے پیش کیں ہیں، بعض خطبات اس موضوع پر دیئے مگر بہت سے بدنصیب ہیں جو نہیں سمجھتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی جماعت احمدیہ کی تمام برکات کو اتفاق سے وابستہ کیا اور یہ ایک ایسے عارف باللہ کا کلام ہے کہ جسے خدا نے خود ہدایت دی جس کو مہدی کہا جاتا ہے۔ جس کی ہدایت کی راہ آسان کرنے کے لئے آسمان سے دو گواہ ظاہر ہوئے جو پہلے کبھی کسی سچے کے حق میں ظاہر نہیں ہوئے۔

اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہدایت یافتہ ہیں، اللہ کے نور سے دیکھنے والے ہیں۔ آپ کے کلام کو غور سے پڑھنا غور سے سننا اور غور سے سمجھنا چاہئے۔ ابھی بھی اپنی جماعتوں کے متعلق شکایتیں ملتی رہتی ہیں اور عجیب بات ہے کہ دونوں طرف کے لوگ نہایت متقی بن کر مجھے خط لکھتے ہیں۔ ابھی جرمنی کی بعض جماعتوں کے متعلق امیر صاحب نے بڑی کوشش کی کہ کسی طرح اصلاح ہو جائے لیکن وہ باز ہی نہیں آتے ایسے فتنہ مزاج لوگ جو ان میں بیٹھے ہوئے ہیں جو ابھارتے رہتے ہیں اور ایک دوسرے کے خلاف الزامات اور ہر ایک جو خط لکھتا ہے وہ ایسا متقی بن کے خط لکھتا ہے کہ انسان کہتا ہے کہ یہ تو بڑا امام بننے والا ہے۔ کہتا ہے دیکھو میرا دل کتنا صاف ہے، ہم شریف لوگ ہیں فتنے کے جواب میں دوسرا کہتا ہے کہ دیکھیں ہم نے ہر بات تسلیم کر لی امیر صاحب کی ہر اچھی بات کا اثبات میں جواب دیا مگر یہ بدبخت ہیں ایسے گندے ہیں جن کی پروردہ نہیں جب تک ان کو اٹھا کر باہر نہ نکال دیا جائے اس وقت تک ہماری اصلاح ہو ہی نہیں سکتی۔ دونوں کے دلوں میں بغض، یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ اس طرح صرف ایک ہی کا قصور ہوا اور اتنا لمبا عرصہ فساد رہے۔ جو متقی لوگ

ہیں وہ فسادوں پر غالب آ جایا کرتے ہیں ان کا تقویٰ، ان کا انکسار بدیوں کو زائل کر دیتا ہے اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ اتفاق کا نقطہ پیش فرمایا ہے اگر اس نقطے کو سامنے رکھیں تو ایک لمحہ بھی یہ لڑائی جاری نہیں رہتی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

”سچے ہو کر جھوٹے کی طرح تذلل کرو۔“ (کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 ،صفحہ:12)

اگر تم میرے ہو تو ایک کام کرو، سچے سمجھو اپنے آپ کو لیکن تذلل جھوٹوں والا، ایسے آدمی کی طرح گر جاؤ زمین پر، انکساری دکھاؤ جیسے جھوٹے پر جب جھوٹ ثابت ہو جاتا ہے تو وہ چھپتا ہے اور معافیاں مانگتا ہے اور اپنے آپ کو کوستا ہے کہ مجھ سے کیا غلطی سرزد ہوئی۔ یہ نہیں فرمایا کہ اپنے آپ کو جھوٹا کہو کیونکہ سچے ہو کر اپنے آپ کو جھوٹا تو کہا نہیں جا سکتا۔ اس لئے سمجھتے رہو سچا یہ نہیں فرمایا کہ کہو کوئی تو سچا ہوگا کیسی پاکیزہ نصیحت ہے اور فقرہ کی بناوٹ پر غور کر کے دیکھیں کتنا عظیم اور شان رکھتا ہے اپنے اندر، فرماتا ہے سچے ہو کر جھوٹوں کی طرح تذلل، جھوٹا نہیں لیکن تذلل اختیار کرو، گر جاؤ، انکساری دکھاؤ، ہمارا قصور تھا ہمیں معاف کر دو۔ یہ نسخہ استعمال نہیں کرتے اور جھوٹے بھی سچے بن رہے ہوں تو پھر کیسے اصلاح ہو۔ جب جھوٹے سچے بنتے ہوں تو تبھی جھگڑے ہوتے ہیں اور وہ دونوں فریق کا جن میں تکبر پایا جاتا ہو، جن میں انانیت ہو، جو یہ سمجھتے ہوں کہ ہم اس کو نیچا دکھائیں گے تو دل ٹھنڈا ہو۔ ان کی آگ نہیں بجھتی، وہ آگ دوسری چیزوں کو بھی جلاتی ہے اور آگ اور نور میں فرق ہے۔ جن آیات کی میں نے تلاوت کی ہے ان پر غور کریں وہ نور ہے جس کی طرف بلایا جا رہا ہے، آگ کی طرف نہیں بلایا جا رہا ہے۔ حضرت موسیٰ آگ سمجھ کر گئے تھے تو ملا نور ہی تھا اور نور ہی ہے جو زندگی بخشا کرتا ہے۔ آنحضرت ﷺ ایک نور تھے اور یہ نور گھروں میں پھیلا ہے اگر تمہارے سینے جل رہے ہوں ان میں بغض ہو، ان میں حسد ہو، ان میں تکبر ہو، ان میں سفلہ پن ہو تو پھر دوسرے دلوں میں آگ لگاؤ گے۔ نور نہیں بھر سکتے۔

بس اتفاق کی برکت جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جس طرف توجہ دلائی ہے ہماری بقا کے لئے ضروری ہے۔ ناممکن ہے کہ ہم زندہ رہ سکیں بغیر اتفاق کے اور ایسے اتفاق کے بغیر جس کی طرف مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بلاتے ہیں ہمارا نور دنیا میں پھیل نہیں سکتا، ہماری طاقتیں آپس میں ہی الجھ کے ختم ہو جائیں گی۔

آج جب میں آپ کو بار بار دعوت الی اللہ کی طرف بلا رہا ہوں اور بتلا رہا ہوں کہ وہ دن آ گئے ہیں جبکہ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ تیزی سے مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پیغام دنیا پر پھیلے، رفتاریں تبدیل کی جا چکیں ہیں، تیز ہوائیں چل رہی ہیں جو آپ کی تائید میں چل رہی ہیں۔ اس کے باوجود اگر آپس میں الجھ کر آپ نے ان برکتوں سے فیض نہ پایا اور اپنی عمریں گنوا بیٹھے تو بہت برا گناہ ہے۔ اور ایسی نحوست ہے کہ جن کے حصے میں آئے تو وہ نہ پیدا ہوتے تو اس سے بہتر تھا اور بہت بہتر تھا اب حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''بھاری گروہ دنیا پر اپنا نیک اثر ڈالے اور ان کا اتفاق اسلام کے لئے برکت وعظمت نتائج خیر کا موجب ہو۔'' یہ کیوں نہیں کہہ دیا وہ خیر کا موجب ہو ایک عام آدمی کی تحریر ہو اس کا دماغ یہاں اتفاق کی طرف جا ہی نہیں سکتا۔ اس نے جب یہ کہہ دیا کہ ساری جمعیت اثر ڈالے تو بیچ میں اتفاق کا خیال کیسے آ گیا۔ یہ عارف باللہ کا کلام ہے وہ جس سے خدا ہم کلام ہو، جس کو نور عطا کرتا ہے۔ خود آپ کے کلام کو زندہ فرماتا ہے۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرما رہے ہیں اثر ڈالے اور ان کا اتفاق اسلام کے لئے برکت وعظمت ونتائج خیر کا موجب ہو۔ اور ''وہ یہ برکت کلمہ واحدہ'' اب دیکھیں کیسے جوڑا ہے کہتے ہیں اپنے واحدہ کلمہ جو سب میں مشترک ہے اور جو کلمہ توحید کی طرف بلا رہا ہے۔ اس سے برکت پائیں اس پر متفق ہونے کے بعد اسلام کی پاک اور مقدس خدمات میں جلد کام آویں۔ تو توحید کا اتفاق سے جو ہمیں جماعتوں کے اندر ملنا چاہئے جو بعض دفعہ دکھائی نہیں دیتا ایک گہرا اور اٹوٹ رشتہ ہے۔ اگر آپ واحد ہیں تو آپ میں لازماً وہ اتفاق پیدا ہوں گے جس کے نتیجے میں بکھری ہوئی جمعیتیں بھی دوبارہ جمعیتیں اختیار کر جائیں گی۔ لیکن وہ لوگ جن کی نحوست سے جمعیتیں بکھرنے لگتی ہیں وہ مشرک ہیں۔ ان کا توحید سے کوئی تعلق نہیں۔ جب میں مشرک کہتا ہوں تو پورے یقین کے ساتھ اس مضمون کو سمجھ کر کہہ رہا ہوں۔ انہوں نے اپنے نفسوں میں بت بنا رکھے ہیں، ان کی انانیت ہے جس کی وہ پوجا کرتے ہیں۔ دن رات انا کے سوا اور کسی کی عبادت کی ہوش ہی کوئی نہیں۔ اپنی اور اپنی اولاد کی انا ایسی غالب آ جاتی ہے کہ جب اختلاف ہوں تو اپنے بھائی پر شدید ظلم کرنے پر تُل پڑتے ہیں اور اپنا بیٹا اگر کوئی طاقتور ہے تو اس کو بھیجیں گے کہ اس کو مار مار کے اڑا دو، وہ ہوتا کون ہے جو ہمارے سامنے کھڑا ہو؟ اور سمجھتے ہیں کہ اب دیکھو ہم بڑے ثابت ہوئے کہ نہیں تو حضرت

مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جس کلمہ واحدہ کی طرف بلایا ہے یہ کوئی فرضی بات نہیں ہے یہ بعینہٖ حقیقت ہے کہ توحید سے رشتہ جوڑو گے تو اتفاق ہوگا توحید سے رشتہ ٹوٹے گا تو مشرک بن جاؤ گے، اور تتر بتر ہو جاؤ گے کوئی تمہاری طاقت باقی نہیں رہے گی، کوئی نور تمہارے اندر نہیں ہوگا۔ مشرک جس طرح آگ کی پوجا کرتے ہیں تم آگ کے پجاری بن جاؤ گے اپنے نفس کے غضب کی آگ کی پوجا کیا کرو گے اور لوگوں پر بھی آگ کا عذاب بھڑکاؤ گے۔

پھر فرماتے ہیں ’’اسلام کی پاک اور مقدس خدمات میں جلد کام آ سکیں اور ایک کاہل اور بخیل و بے مصرف اور جو نے مصرف مسلمان نہ ہوں۔‘‘ ایسے نہ ہوں جن میں سستی پائی جاتی ہو جو بخل سے کام لینے والے ہوں اور بے مصرف ہوں، کوئی فائدہ ان کا نہ ہو ’’اور نہ نالائق لوگوں کی طرح جنہوں نے اپنے تفرقہ اور نا اتفاقی کی وجہ سے اسلام کو سخت نقصان پہنچایا ہے‘‘ امرِ واقعہ یہ ہے کہ اگر آپ تاریخ اسلام پر نظر ڈالیں تو اگر تفرقہ نہ ہوتا آج ناممکن تھا کہ اسلام کے سوا کوئی اور مذہب دنیا میں ہوتا۔ تمام ترقی کی رو رکی ہے تو ہر قدم پر تفرقہ کی وجہ سے رکی ہے۔ اگر جمیعتوں میں انتشار پیدا ہوا ہے تو ہر قدم پر تفرقہ کے نتیجے میں پیدا ہوا ہے، جو شرک سے پیدا ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں ان کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے اپنے تفرقہ اور نا اتفاقی کی وجہ سے اسلام کو سخت نقصان پہنچایا ہے ’’اور اس کے خوبصورت چہرہ کو اپنے فاسقانہ حالتوں سے داغ لگایا ہے‘‘ اب جو لڑنے والے لوگ ہیں وہ فاسق ہوتے ہیں یہ بھی بتا دیا وہ لوگ جن کے دل پھٹے ہوئے ہوتے ہیں، ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے ہیں اور ایک دوسرے سے جدا کرنے والی باتیں کرتے ہیں ان کی زندگی پر غور کر کے دیکھو۔ بدعمل فاسق لوگ، اگر ان کا فسق دکھائی نہ بھی دیتا ہو تو ہیں وہ فاسق کیونکہ جو اندرونی طور پر اپنی عبادت کرتا رہے اس سے بڑا فاسق اور کون ہو سکتا ہے۔ شرک اور فسق دراصل ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔

فرماتے ہیں اسلام کے چہرے پر داغ ہے اب جہاں جہاں یہ واقعات ہوتے ہیں وہاں بعض دفعہ غیر احمدی بھی مجھے خط لکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جی یہ آپ کی جماعت ہے۔ کہتے ہیں کہ ہم جماعت میں تو نہیں مگر جماعت سے تعلق رکھتے ہیں، ایک محبت اور احترام کا رشتہ ہے مگر ان لوگوں کو دیکھیں ان کے چہرے دیکھیں ان کے کردار دیکھیں تو گھن آتی ہے اور یقین نہیں آتی کہ جماعت احمدیہ کے ساتھ منسلک ہو کے ایسے لوگ بھی ہو سکتے ہیں۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں، بعض لوگ طعنہ دے

کر پھر دور بھی ہٹ جاتے ہیں مگر بہت سے شرفاء ہیں جو بات سمجھتے ہیں کہ یہی ایک دو گندے لوگ ہیں مگر ویسے جماعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے سرسبز درخت ہے لیکن داغ لگانے والے ضرور ہیں لیکن اس ماحول میں جن کو جماعت احمدیہ سے واقفیت نہیں ہے ان پر ان کا کیا اثر پڑتا ہوگا؟ ان لوگوں کا اثر نہ پڑنا ایک خیر و برکت ہے الحمد للہ کہ ان کا اثر نہیں پڑتا ورنہ اگر یہ احمدی بنائیں گے تو کیسے منحوس چہروں والے احمدی بنائیں گے۔ ایسے ذلیل اور رسوا احمدیوں کی جماعت کو کوئی ضرورت نہیں۔ پس شکر ہے کہ ان میں تبلیغ کی برکت بھی نہیں، پھیلنے کی برکت سے محروم ہیں کیونکہ اگر بنائیں گے تو اپنے جیسا بنائیں گے۔ پس بدکار آدمی کا اولاد سے محروم رہنا ہی بہتر ہے۔ حضرت نوح نے جو اللہ تعالیٰ کے حضور التجا کی اس میں ایک یہ بات بڑی سچی بیان کی کہ اے خدا ان سب کو اٹھا لے کیونکہ اب یہ فاسق و غاصب جنیں گے، میں دیکھ چکا ہوں کہ ان میں نیک لوگ جننے کی صلاحیت ہی باقی نہیں۔ پس اس قوم کے زندہ رہنے کا کیا فائدہ جو آئندہ فاسق و فاجر نسلیں اپنے پیچھے چھوڑ کے جانے والی ہو۔ کتنی پرحکمت دعا ہے۔ پس یہ بھی شکر ہے کہ جن جماعتوں میں اتفاق نہیں ہے وہاں سے تبلیغ کی برکت ویسے ہی اٹھ جاتی ہے۔ طبعاً اپنے جیسے لوگ پیدا کریں گے۔ فاسقانہ حالتوں سے داغ لگا دیئے۔ ”نہ ایسے غافل درویشوں گزینوں کی ضرورت ہے۔“ نہ ایسے غافل درویشوں گوشہ گزینوں کی طرح جن کو اسلامی ضرورتوں کی کچھ بھی خبر نہیں اور اپنے بھائیوں کی ہمدردی سے کچھ غرض نہیں“ پس نہ تو مجھے اس طرح کے کاہل اور بداعمال فاسق فاجر چاہئیں جو افتراق پیدا کر دیتے ہیں اور ہر طرف بغض پھیلا دیتے ہیں اور ان کے اندر نشو ونما کی طاقتیں ختم ہو جاتیں ہیں، نہ مجھے ایسے درویش لوگ چاہئیں جو گوشوں میں موج مار کر بیٹھ جائیں اور دنیا کی بھلائی سے اور دنیا کی خیر و شر سے بالکل تعلق کاٹ لیں۔ ان کا ہونا نہ ہونا برابر ہوا گر نیک ہوں گے تو اپنے گھر میں اپنے لئے ہوں گے۔ اسلام کو کیا فائدہ ان سے پہنچ سکتا ہے؟ پس فرماتے ہیں مجھے ایسے بھی نہیں چاہئیں۔ مجھے مجاہد، میدانِ عمل میں نکل کھڑے ہونے والے لوگ چاہئیں۔ فرماتے ہیں ”اور بنی نوع کی بھلائی کے لئے کچھ جوش نہیں بلکہ وہ ایسے قوم کے ہمدرد ہوں کہ غریبوں کی پناہ ہو جائیں“ یہاں غریبوں کے ساتھ کوئی مذہب بیان نہیں فرمایا ہر غریب کا ایک ہی مذہب غربت ہے۔ فرمایا وہ ”غریبوں کی پناہ ہو جائیں یتیموں کے لئے بطور باپوں کے جائیں اور اسلامی کاموں کے انجام دینے کی طرح عاشقِ زار کی طرح فدا ہونے کو تیار ہوں“ جو

شخص غریبوں کا ہوتا ہے اور یتیموں کا درد رکھتا ہے وہی اعلیٰ قدروں کے لئے قربانی کا مادہ رکھتا ہے۔ یاد رکھیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دو الگ الگ باتیں اتفاقاً بیان نہیں فرمائیں۔ وہ دل جو غریبوں کی ہمدردی سے عاری ہے وہ دل جسے یتیم کا دکھ محسوس نہیں ہوتا وہ خدا کے کاموں پر فدا ہونے کوئی بھی صلاحیت نہیں رکھتا۔ فدائیت کے لئے دردمندی چاہئے۔ پہلے دلِ گداز پیدا کرے پھر اسے توفیق ملتی ہے کہ اعلیٰ قدروں کے لئے وہ قربانیاں پیش کرے۔ فرمایا کہ جو دنیا میں قربانیوں کا مادہ ہی نہیں رکھتا، جسے پتا ہی نہیں کہ دکھ ہوتے کیا ہیں اور ان میں شریک ہونے کے لئے اس میں بیقرار طلب نہیں پائی جاتی اس نے خدا کے کیا کام آنا ہے۔ بہت ہی عظیم تحریر ہے۔ ایک ایک لفظ آسمان سے نور سے لکھا گیا اور اسی لئے میں نے بتایا تھا کہ اس آیتِ نور سے گہرا تعلق ہے جس کی میں نے تلاوت کی تھی۔

فرماتے ہیں ”غریبوں کی پناہ ہو جائیں یتیموں کے لئے بطور باپوں کے بن جائیں اور اسلامی کاموں کے سرانجام دینے کے لئے عاشق زار کی طرح فدا ہونے کو تیار ہوں اور تمام تر کوششیں اس بات کے لئے کریں کہ ان کی عام برکات دنیا میں پھیلیں اور محبتِ الٰہی اور ہمدردئ بندگان خدا کا پاک چشمہ ہر یک دل سے نکل کر اور ایک جگہ اکٹھا ہو کر ایک دریا کی صورت میں بہتا ہوا نظر آوے۔“ اب یہ ایک عبارت بظاہر ایک عام لفظوں کی ہے جو بہت مشکل لفظ نہیں ہیں۔ لیکن سمجھائے بغیر سمجھ نہیں آئے گی۔

فرماتے ہیں وہ تمام تر کوشش اس بات کے لئے کریں ان کی عام برکات دنیا میں پھیلیں۔ یہ تو صاف بات ہے یہ تو سمجھ میں آتی ہے جس میں برکتیں ہیں وہ تو پھیلیں گی لیکن ایک شرط آخر لگائی گئی ہے جو بہت ہی قابلِ غور ہے اور ”محبت الٰہی اور ہمدردئ بندگان خدا کا پاک چشمہ ہر یک دل سے نکلے لیکن الگ الگ نہ پھیلے، ہر یک دل سے نکل کر ایک جگہ اکٹھا ہو جائے ایک دریا کی صورت میں بہتا ہوا نظر آئے۔ اب یہ وقت نہیں ہے جب خدا تعالیٰ دوبارہ دنیا میں اتحاد پیدا کیا کرتا ہے اور ایک الٰہی جماعتیں بنایا کرتا ہے انفرادی نیکیاں پھر کام نہیں آتیں اور بے معنی ہو جاتیں ہیں۔ اگر ہر چشمہ جو پہاڑوں سے پھوٹتا ہے وہ الگ الگ رستے بنا لے اور مل کر ایک دریا کی صورت اختیار نہ کرے اس کا فیض دنیا میں پھیل ہی نہیں سکتا اور وہ بڑے عظیم کام جو دریا کر کے دکھاتے ہیں وہ ایسے چھوٹے

چھوٹے چشمے کبھی بھی دکھا نہیں سکتے۔ جو پہاڑوں کی چھاتیاں چیری ہیں دریاؤں نے اور عظیم وادیاں پیدا کی ہیں اور انسانی فائدے بھی اور انسانی بقا کے بہت سے فائدہ کہنا چاہئے ان دریاؤں سے وابستہ ہیں اگر یہ اکٹھے نہ ہوتے تو وہ فائدے پہنچ ہی نہیں سکتے۔

پس مسیح موعودؑ فرما رہے ہیں کہ برکتیں تو پھیلیں گی یہ نہ سمجھ لینا کہ تم نیک ہو تمہاری برکتیں پھیل رہی ہیں یہ پس کافی ہے۔ آج اسلام کو ایک جہاد کی ضرورت ہے اور مثال کیسی پاک دی ہے کہ دلوں سے محبت کا چشمے پھوٹیں گے تو سہی وہ تو نہیں رکتے لیکن اگر الگ الگ رہے تو ان کا کوئی فائدہ نہیں۔ فرماتے ہیں مَیں جو تصور لئے بیٹھا ہوں وہ یہ ہے کہ ”پاک چشمہ ہر یک دل سے نکل کر اور ایک جگہ اکٹھا ہو، ایک دریا کی صورت میں بہتا ہوا نظر آئے۔ پس یہ وہ دریا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بہایا ہے اور یہ وہی دریا ہے جس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ایں چشمۂ رواں کہ بخلق خدا دہم
یک قطرۂ ز بحر کمالِ محمد است (درثمین صفحہ:89)

حضرت محمد مصطفی ﷺ کے جاری کردہ فیوض کا ایک قطرہ تھا جو دریا بنایا گیا ہے۔

اک قطرہ اس کے فضل نے دریا بنا دیا (درثمین صفحہ:117)

پس قطروں سے بات نہیں بنیں گی اگر وہ الگ الگ ہی برستے ان قطروں کا دریا بننا ضروری ہے اور اس کا یہی طریق ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جماعت کے سامنے رکھ رہے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے یہ ارادہ فرمایا ہے کہ ”محض اپنے فضل اور کرامت خاص سے اس عاجز کی دعاؤں اور اس ناچیز کی توجہ کو ان کی پاک استعدادوں کے ظہور و ورود کا وسیلہ قرار دے۔“ اب یہ عبارت بھی اکثر عام اردودان سمجھ نہیں سکتے، دو باتیں اکٹھی بیان فرمائی ہیں۔ ایک مسیح موعود اور مہدی موعود کی ضرورت اور دوسرے خدا کے فضل پر نظر۔ فرماتے ہیں جو کچھ تم دیکھ رہے ہو۔ فیوض کے چشمے جاری ہو رہے ہیں، جو دریا بن رہے ہیں۔ یہ ہیں تو فضل اللہ ہی کے لیکن ان فضلوں کے لئے مجھے وسیلہ بنا، اور وسیلہ اس طرح بنایا کہ مجھے تمہاری بے انتہا فکر ہے اور میں تمہارے لئے بہت دعائیں کرتا ہوں اور ان دعاؤں کی برکات ہیں اور جس لمحے میں بولا جاتا ہوں یہ اس غم کی خدا کی بارگاہ میں قبولیت کا نشان ہے کہ اللہ کے فضل تم پر اتریں یہ مضمون ہے جو اس عبارت میں اس فقرے میں آپ

نے بیان فرمایا پس دوبارہ غور سے سنیں۔

''محض اپنے فضل اور کرامت خاص سے اس عاجز کی دعاؤں اور اس ناچیز کی توجہ کو ان کی پاک استعدادوں کے ظہور و بروز کا وسیلہ ٹھہرا دے'' جہاں جہاں بھی لوگوں کے دلوں میں پاک صلاحیتیں موجود ہیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل کے ساتھ میری دعاؤں اور میرے توجہات کو ان کے ابھر کے نکل آنے اور نکھر آنے پر ایک وسیلہ بنا دے ''اور اس قدوس اور جلیل الذات نے مجھے جوش بخشا تا کہ میں ان طالبوں کی تربیت باطنی میں مصروف ہو جاؤں اور ان کی آلودگی کے ازالہ کے لئے رات دن کوشش کرتا رہوں۔'' جو اللہ تعالیٰ الہام قائم فرماتا ہے اس کو ہمدردی کا جوش عطا کرتا ہے اور اس ہمدردی کے جوش کا بنی نوع انسان کی ہمدردی کے ساتھ بڑا گہرا تعلق ہے۔ وہی مضمون ہے جس کا پہلے بھی ذکر گزرا اور اسی مضمون کو نسبتاً اپنی اعلیٰ ارفع شان کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے۔ پہلے عام طالبِ حق کے تعلق میں غریبوں سے ہمدردی، یتیموں سے ہمدردی کا ذکر تھا۔ اب اس کا ذکر ہے جسے خدا نے ساری دنیا کی راہنمائی کے لئے چنا تھا اور اس کا تعلق بھی اسی بات سے باندھا جا رہا ہے، ہمدردی اور جوش کے ساتھ۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بچپن کے حالات میں آپ دیکھیں گے کس طرح غریبوں کے لئے اپنا کھانا بھی تقسیم کر دیا کرتے تھے بعض دفعہ چنے کھا کر گزارا کر لیا کرتے تھے۔ بعض دفعہ فاقہ کر لیا کرتے تھے۔ بے انتہا جوش تھا غریبوں کی ہمدردی کا اور یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ غریبوں کی ہمدردی کبھی بے فیض نہیں رہی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ایک موقع پر فرمایا کہ تم غریبوں کے ممنونِ احسان ہو تم ان کے اوپر جو رحم اپنی طرف سے کرتے ہو یا ان کا خیال کرتے ہو انہی کی وجہ سے ہی تو خدا تمہیں روزی دے رہا ہے۔ غریبوں کو نکال دو تو ساری سوسائٹی غریب ہو جائے گی۔ غریبوں کی محنت ان کا اخلاق اور ان کی خدمتیں ہیں جو قوم کو دولت عطا کرتی ہیں۔ وہ تمہارے ممنونِ احسان نہیں تم ان کے ممنونِ احسان ہو مگر روحانی دنیا میں بھی غربت کا احسان ہے ایک طرح پر، جو غریبوں سے تعلق جوڑے اللہ اس سے تعلق جوڑتا ہے اور جتنا کسی کے دل میں زیادہ ہمدردی ہو اتنا ہی اس کو بڑا مرتبہ عطا فرماتا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام دوبارہ اس مضمون کو اٹھاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تم میں اور مجھ میں فرق کیا ہے۔ ایک یہ کہ دعا کے لئے میرے دل میں بڑا جوش ہے، دوسرے تمہارے

لئے بے انتہا دل میں ایک ہمدردی کا جوش بخشا ہے” تا میں ان طالبوں کی تربیت باطنی میں مصروف ہو جاؤں اوران کی آلودگی کے ازالہ کے لئے دن رات کوشش کرتا رہوں۔“ ان کو جو کچھ بھی گناہوں سے گندے ہو گئے ہیں جو ان کے ساتھ غلاظتیں چمٹ گئی ہیں اس کو آلودگی کہتے ہیں۔ فرماتے ہیں میرے دل میں خدا نے جوش پیدا کر دیا ہے کہ دن رات ان کو دور کرنے کی، پاک وصاف کرنے کی کوشش کرتا رہوں” اوران کے لئے وہ نور مانگوں جس سے انسان مس شیطان کی غلامی سے آزاد ہو جاتا ہے۔“ یہ وہی نور ہے جس کا ان آیات کریمہ میں ذکر فرمایا گیا تھا۔ اس کے بغیر دنیا میں انقلاب برپا ہو ہی نہیں سکتا۔

وہی محمد رسول اللہ کا نور جس سے دوسرے گھر روشن ہوئے، جب وہ روشن ہوئے تو ان کے مرتبے بلند کئے گئے ان کو ارفع کیا گیا۔ دو وجوہات تھیں ایک اس لئے کہ وہ نور اپنی ذات میں ایک خاصیت رکھتا ہے کہ جس گھر میں ہو وہاں اس کو بلند کر دیتا ہے اور ذکر کی بلندی سے اس کا تعلق ہے اور جہاں ذکر بلند ہوگا وہاں نور بھی بلند ہوگا۔ دوسرا اس لئے کہ بلند ہوگا تو لوگ فائدہ اٹھائیں گے۔ وہ آگ جس نے موسیٰ کو متوجہ کیا تھا وہ بلندی پر چمکی تھی تو اس کو پتا چلا تھا اگر کسی گڑھے میں پڑی ہوتی تو موسیٰ کو کیا فائدہ پہنچتا اور بنی اسرائیل کو کیا فائدہ پہنچتا۔ وہ تاریخ ہی بے نور ہو کے رہ جاتی جس تاریخ کا آغاز موسیٰ سے شروع ہوا۔ پس آپ فرماتے ہیں کہ” وہ نور ہے جو میں مانگ رہا ہوں جس سے انسان نفس اور شیطان کی غلامی سے آزاد ہو جاتا ہے اور بالطبع خدا تعالیٰ کی راہوں سے محبت کرتا ہے“

یہ وہ پاک انقلاب ہے جس کے بغیر ہم کوئی انقلاب دنیا میں برپا نہیں کر سکتے۔ خدا کی راہوں سے محبت کرنا اور بات ہے کر بالطبع خدا کی راہوں سے محبت کرنا کچھ اور بات ہے۔ بالطبع کا مطلب ہے جس طرح آپ بھوکے ہوں تو کھانا اچھا لگتا ہے، پیاس لگی ہو تو پانی کی طرف لپکتے ہیں، کسی چیز کی تمنا ہو اس کی بھوک ہو تو از خود اس کی طرف کھینچے چلے جاتے ہیں۔ فرمایا بالطبع خدا کی راہوں سے محبت کرے۔ ان کو بتا بتا کر نہ لانا پڑے، ان کو سمجھا سمجھا کر یہ راہیں نہ دکھائی جائیں، ان کا دل طبعی جوش کے ساتھ ان راہوں کی طرف متوجہ رہے اور دیکھتے رہیں کہ کہاں وہ راہ نظر آئے تو اس پر دوڑیں اور اس پر قدم ماریں اور” ان کے لئے وہ روح القدس طلب کروں جو ربوبیت تامہ اور عبودیت خالصہ کے جوڑ سے پیدا ہوگی۔“ اب بتائیے ربوبیت تامہ کا مطلب ہے وہ ربوبیت یعنی

اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت رب ہے کیونکہ اس لئے اس کی طرف اشارہ صفت ربوبیت سے کیا گیا ہے۔رب کا معنی سارے جانتے ہیں پالنہار، سب کا خیال رکھنے والا، رزق عطا کرنے والا۔

فرمایا اس کی ربوبیت جو تامہ ہو وہ کیا کرے عبودیت خالصہ کے جوڑ سے پیدا ہوتی ہے۔کیا چیز؟ روح القدس، اب روح القدس کا نام آپ نے سنا ہوا ہے ایک فرشتہ جو جبرائیل کہلاتا ہے، حضرت جبرائیل علیہ السلام بھی کہتے ہیں۔روح القدس کے نام سے دماغ اس طرف چلا جاتا ہے۔ لیکن ایک روح القدس ہے جو دل سے پیدا ہوتی ہے وہ کیسے پیدا ہوتی ہے فرمایا ہے ''وہ ربوبیت تامہ اور عبودیت خالصہ کے جوڑ سے پیدا ہوتی ہے اور روح خبیث کی تخفیف سے ان کی نجات چاہئیں'' یہ میری طلب ہے یہ میری مراد ہے یہ ہی میری زندگی کا مقصد ہے۔اب بتائیے پھر بھی کیا سمجھے ہیں۔

غور کریں تو اکثر لوگوں کو سمجھ نہیں آئے گی کہ کیسے ہوگی۔یہ ربوبیت کیا ہے اور ربوبیت تامہ کیا چیز ہے اور پھر عبودیت خالصہ کیا چیز ہے؟ بات یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہر لفظ کا اشارہ قرآن کریم کی طرف ہوتا ہے اور ان تفاسیر کی طرف ہوتا ہے جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمائیں آپ کا سارا کلام بھی قرآن ہی ہے۔پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو مطالب بیان فرمائے ہیں ان کی جڑیں قرآن میں تلاش کرو تو سمجھ آئے گی ورنہ نہیں سمجھ آئے گی۔

اس مضمون کا سورۃ فاتحہ سے تعلق ہے رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کا ایک عام تصور ہے لیکن اس کا تامہ تصور یہ ہے الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ وہ رب جو تمام جہانوں کا رب ہے صرف یہ کافی نہیں ہے اس کی تامہ سمجھ یعنی مکمل سمجھ تب آتی ہے جب ہم یہ سمجھتے ہیں کہ وہ رب جو تمام جہانوں کا رب ہے وہ رب رحمٰن بھی ہے وہ رحیم بھی ہے اور مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ بھی ہے۔ہر انجام کا مالک ہے جو تمام انجام اس کے قبضے قدرت میں ہیں۔آغاز بھی اس سے ہوا ہے اور انجام بھی اس کی طاقت اور اس کی فیصلے کے بغیر ممکن نہیں اور ان دونوں کے درمیان جو رب ہمیں ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف حرکت کر کے لے جا رہے ہیں۔اس کی صفات ہیں رحمان بہت ہے بڑا ہی رحم کرنے والا ہے۔ہماری غفلتوں سے بار بار درگزر فرماتا ہے اور رحیم ہے جو بار بار فضل لے کر آتا ہے، بار بار رحمتیں عطا کرتا ہے یہ رحمتِ تامہ ہے عبودیتِ خالصہ کیا ہوئی؟ اِيَّاكَ نَعْبُدُ اے ہمارے رب صرف تجھ کو چاہتے ہیں خالص کا مطلب ہے جو اور کسی کی نہ ہو صرف ایک کی ہی ہو جائے۔فرمایا

روح القدس ان دو کے جوش سے پیدا ہوتی ہے۔ جب تم اِيَّاكَ نَعْبُدُ کہو گے اور ذہن میں وہ ربوبیت تامہ ہوگی جس کا تعارف سورۃ فاتحہ کروا رہی ہے رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ جو رحمٰن ہے جو رحیم ہے جو مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ہے۔ تو پھر دیکھو تمہارے نفس سے ان دونوں کے ملنے سے کیسی وہ پاک روح پیدا ہوتی ہے جسے روح القدس کہا ہے۔

اور پھر آگے اس مضمون کو اسی طرح بڑھاتے ہیں۔ فرماتے ہیں ''اور روحِ خبیث کی تسخیر سے ان کی نجات چاہوں جو نفس امارہ اور شیطان کے تعلق شدید سے جنم لیتی ہے۔'' اب سورۃ فاتحہ جب آپ کو کہتی ہے کہ اِيَّاكَ نَعْبُدُ کی دعا کرو اپنی عبادت کو خدا کے لئے خالص کر دو، یہ عبادت کا خلاصہ ہو، اس کے نتیجے میں سب سے پہلی کیا چیز عطا ہوتی ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ وہ رستہ دے جو انعام یافتہ لوگوں کا رستہ ہے اور وہی روح القدس کا رستہ روح القدس محمد رسول اللہ کے رستے پر ہے تو فرمایا کہ یہ دعا کرو گے تو پھر تمہیں روح القدس عطا ہوگی ورنہ نہیں ہوگی۔ اپنی عبودیت کا خالص تعلق تمام ربوبیت سے جوڑ لو اس کے نتیجے میں تم اس لائق ٹھہرو گے کہ تمہاری یہ دعا قبول ہو اور تمہیں روح القدس عطا ہو اور خبیث چیزوں سے نجات کی بھی یہی راہ ہے۔''

غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں پھر میں اس دعا میں یہ بات بھی شامل کرتا ہوں ''اور روح خبیث تسخیر کی تسخیر سے ان کی نجات چاہوں جو نفس امارہ اور شیطان کے تعلق شدید سے جنم لیتی ہے'' اور مغضوب اور ضالین کی اگر کوئی تعریف کی جائے تو اس سے بہتر تعریف نہیں ہوسکتی۔ وہ لوگ جو نفس امارہ کے غلام بن جائیں اور شیطان سے شدید تعلق جوڑ لیتے ہیں وہی ہیں جن کا ذکر فرمایا گیا ہے مَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ان میں سے نہ ہو جائیں یہ ہمیں دعا سکھائی گئی ہے تو ''میں بتوفیق تعالیٰ کاہل اور سست نہیں رہوں گا'' کہ اللہ سے توفیق پاتے ہوئے ''یہ وعدہ کرتا ہوں خدا سے کہ میں کاہل اور سست نہیں رہوں گا اور اپنے دوستوں کی اصلاح طلبی سے جنہوں نے اس سلسلہ میں داخل ہونا بصدقِ قدم اختیار کر لیا غافل نہیں ہوں گا۔''

آج جو آسمان سے قدس کی روح اتر رہی ہے اور پاک تبدیلیاں پیدا ہو رہی ہیں۔ اس

بات سے غافل نہ ہوں یہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظیم قربانیوں کی نتیجہ میں ہے ساری زندگی دکھ محسوس کیا ہے، ساری زندگی اپنی جان فدا کی ہے اور اس عہد پر آخری دم تک قائم رہے کہ میں غافل نہیں رہوں گا میں وعدہ کرتا ہوں، دعائیں بھی کرتا رہوں گا جو کچھ میرے بس میں ہے وہ میں کرتا رہوں گا، چین سے نہیں بیٹھوں گا جب تک تمہیں پاک وصاف نہ کردوں۔

اور یہ جو خدا کے پاک وجودوں کی دعائیں ہیں یہ ان کی زندگی تک نہیں رہتی ان کے بعد ان کے زمانے میں ممتد ہو جایا کرتی ہیں اور جتنے بھی فیض آج نازل ہوں گے یا کل نازل ہوں گے اس کا گہرا تعلق اس امام برحق سے ہے جس نے حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کی مقبول دعاؤں نے پیدا کیا یعنی اللہ نے آپ کی دعاؤں کو قبول فرما کر آپ کو امام مہدی کی خوشخبری دی جس کے دو نشانات آج سے سو سال پہلے دکھائے گئے۔ فرماتے ہیں میں ایسا نہیں ہوں جو غفلت سے ان باتوں کو چھوڑ دوں مگر ”جنہوں نے اس سلسلہ میں داخل ہونا اور بصدقِ قدم اختیار کر لیا ہے میری دعائیں ان کے کام آئیں گی۔“

اب یہ بھی مضمون ایسا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کا عظیم نشان ہے یوں لگتا ہے کہ یہ شمعیں پکڑی ہوئی ہیں آپ نے اپنے حق میں گواہی دینے والی۔ انسان صمیم قلب کہا کرتا ہے کہ عموماً کہ جنہوں نے صمیم قلب سے مجھے اختیار کر لیا مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کیا فرما رہے ہیں صدقِ قدم سے اختیار کیا اب صدقِ قدم کا ذکر قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ (یونس:۳) اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں ان کو خوشخبری دو ان کے رب کی طرف سے کہ ان کے لئے قَدَمَ صِدْقٍ ان کے رب کے نزدیک۔ اَنَّ لَهُمْ میں یہ بتایا ہے کہ اس لئے وہ خدا کو پیارے ہیں کہ وہ قدمِ صدق رکھتے ہیں صرف ایمان کی وجہ سے نہیں۔ وہ لوگ جو ایمان لائیں ہیں ان کو خدا کی طرف سے خوشخبری اس لئے ہے اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ اس کا یہ مطلب بھی بن رہا ہے جس کی طرف میں خصوصیت سے اشارہ کرنا چاہتا ہوں کہ خالی ایمان کی وجہ سے نہیں خدا کو جو ان کی ادا پسند آئی ہے وہ یہ ہے کہ ایمان لے آئے اور پھر قدمِ صدق اختیار کیا۔ قَدَمَ صِدْقٍ میں ایمان کا پسِ منظر بھی شامل ہے اور بے ڈولے بغیر لغزش کھائے صداقت کی راہوں کو مضبوط قدموں کے ساتھ آگے بڑھتے رہنے کا

ساتھ، فرمایا وہ لوگ جو یہ ہوں میں ان کے لئے دعا کر رہا ہوں اور انہی کی تمنا میرے دل میں ہے کہ اللہ مجھے ویسے لوگ عطا فرمائے۔ فرماتے ہیں ”جنہوں نے اس سلسلے میں داخل ہونا بصدقِ قدم اختیار کر لیا ہے ان کے لئے دعاؤں سے غافل نہیں ہوں گا بلکہ ان کی زندگی کے لئے موت تک دریغ نہیں کروں گا اور ان کے لئے خدا تعالیٰ سے وہ روحانی طاقت چاہوں گا جس کا اثر برقی مادے کی طرح ان کے تمام وجود میں دوڑے۔“

وہ نور جو محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات سے چمکا تھا وہ دوسرے گھروں میں بھی منتقل ہونا تھا جو ہوا اور خدا نے اپنے قرآن میں اس کی گواہی دی وہی زبان وہی آسمانی زبان ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام استعمال فرما رہے ہیں“ فرماتے ہیں ”برقی روؤں کی طرح یہ میری روحانی طاقتیں ان تمام وجودوں میں دوڑنے لگیں اور میں یقین رکھتا ہوں اور ان کے لئے جو داخلِ سلسلہ ہو کر صبر سے منتظر رہیں گے ایسا ہی ہوگا۔“ (مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ:۱۶۵)

پس صبر سے ان راہوں پر قدم مارتے رہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ سے جو توقع رکھتے ہیں اور جو بنانا چاہتے اللہ کرے کہ ہم وہ جماعت بن جائیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے اس پاک تصور میں دیکھی جو میں نے آپ کے سامنے پیش کیا ہے اور اگر یہ ہو جائے تو پھر سب وارے نیارے ہیں پھر سب میدان جیتے گئے، اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین